عائشہ گیسنگر

مستشرقین کا مقصد قرآن مجید کا غیر جانبدارانہ مطالعہ ہے یا---

[مستشرقین یا ان کے بقول مغربی ''ماہرینِ اسلامیات'' کا ایک بڑا طبقہ آج بھی اسلام اور عالمِ اسلام کے خلاف صلیبی جنگ جاری رکھے ہوئے ہے جو صدیوں پہلے مغرب کے سیاسی و معاشی مفادات کے تحت شروع ہوئی تھی۔ وقت بدل گیا، مگر یہ ''ماہرین اسلامیات'' کسی تبدیلی کے احساس کے بغیر اپنے پیش رووں کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ مغرب کے سیکولر اہلِ علم نے بائبل کے بارے میں یہ تصور پختہ کر دیا ہے کہ اس کا متن وقت کے ساتھ وجود میں آیا ہے، اور مختلف اہلِ علم نے متن میں بتدریج ارتقاء متعین کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ اس کے برعکس قرآن مجید کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان روزِ اول سے آج تک اتفاق موجود ہے کہ اس کے متن میں کوئی ردوبدل نہیں ہوا۔

۱۹۷۲ء میں صنعاء (یمن) کی ایک مسجد کی مرمت کے دوران میں قرآن کے درجنوں نسخوں کے متفرق اجزاء برآمد ہوئے، جو طلبہ کے زیر مطالعہ رہنے کے باعث خستہ ہو گئے تھے، اور ان سے مزید استفادہ ممکن نہ تھا، اس لیے یہ متفرق اجزاء مسجد/مکتب کے منتظمین نے ایک جگہ جمع کر دیے تھے۔ امریکہ کے ایک مجلّے ''اٹلانٹک منتھلی'' نے چند ماہ پہلے ایک مضمون شائع کیا جس میں قرآن مجید کے متن کے استناد کو چیلنج کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ بائبل کی طرح قرآن کے متن نے بھی صدیوں پر محیط عرصے میں موجودہ شکل اختیار کی ہے۔

''دی کریسنٹ انٹرنیشنل'' (کینیڈا) میں عائشہ گیسنگر نے ''اٹلانٹک منتھلی'' کے مضمون کا جائزہ لیا ہے، معاصر مذکور کے شکریے کے ساتھ اس کا ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مدیر]

۱۹۷۲ء میں صنعاء (یمن) کی جامع مسجد کی مرمت کے دوران میں مزدوروں کو پرانے کاغذوں کا ایک ذخیرہ ہاتھ آ گیا۔ یہ ذخیرہ مسجد کی بیرونی اور اندرونی چھتوں کے درمیان چمڑے اور کاغذ پر لکھی ہوئی دستاویزوں، نقصان زدہ کتابوں اور ورق ورق کاغذات پر مشتمل تھا۔ صدیوں پر محیط بارشوں اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والی رطوبت، نیز کیڑے مکوڑوں اور چوہوں کے ذریعے ہونے والے نقصان نے اس ذخیرے کو اس قابل نہ چھوڑا تھا کہ اسے پڑھا جا سکتا۔ قاضی اسماعیل الاقویٰ نے، جو اُس وقت یمن کی ''مقتدرہ برائے تحفظِ دستاویزات ونوادر'' کے سربراہ تھے، یہ سمجھا کہ دریافت شدہ ذخیرہ اہم ثابت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ذخیرے کا جائزہ لینے اور محفوظ کرنے کی خاطر فنڈز اور ماہرین کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۷۹ء میں اُنہوں نے یمن آئے ہوئے ایک جرمن فاضل کو ان دستاویزات میں دلچسپی لینے پر آمادہ کرلیا، اور اس جرمن فاضل نے جرمنی کی حکومت کو ذخیرے کے تحفظ اور تنظیم کے اخراجات اٹھانے کی ترغیب دی۔

حکومت جرمنی نے اس پروجیکٹ کی نگرانی کے لیے سارلینڈ یونیورسٹی کے جرڈ-آر-پیون کو صنعاء بھیجا جو عربی زبان کے خط اور قرآن کے متخصص ہیں۔ اب پندرہ ہزار سے زائد دستاویزیں صاف کی جاچکی ہیں، جو یمن کے دارالمخطوطات میں محفوظ ہیں۔ ان دستاویزوں میں قرآن کریم کے کم وبیش ایک ہزار نسخوں کے ہزارہا چھوٹے چھوٹے ٹکڑے شامل ہیں۔ اس بات کا امکان ہے کہ ان میں سے بعض ٹکڑے پہلی اور دوسری صدی ہجری کے ہوں، اس طرح یہ قرآن کے دستیاب قدیم ترین مخطوطات میں شمار ہوسکیں گے۔ یمن کے حکام نہیں چاہتے کہ یہ بات عام ہو کہ مستشرقین ان دستاویزوں پر کام کر رہے ہیں۔ اُنہیں حساس مسلمانوں کی جانب سے احتجاج کا ڈر ہے۔ اب تک انہوں نے پیون اور سارلینڈ یونیورسٹی ہی سے تعلق رکھنے والے اسلامی فنونِ لطیفہ کے ایک مؤرخ جناب ایچ-سی گرانٹ فان باتھز کو اجازت دی ہے کہ وہ غور سے دستاویزوں کا جائزہ لیں۔

پیون اور فان باتھز کی خوشی کی اس لیے انتہا نہیں کہ بعض ٹکڑوں میں الفاظ اور آیات کی ترتیب مستعمل قرآن کے مطابق نہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ اگر مسلمانوں نے جرمن فاضلوں کی اس وقت جاری تحقیق کے اثرات محسوس کر لیے تو مستقبل میں ان دستاویزوں تک رسائی پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے، چنانچہ فان باتھز نے ان متون کی ۲۵ ہزار سے زائد تصویریں مائیکروفلم پر اتار لی ہیں۔ اب جبکہ مائیکروفلم جرمنی میں ہے، مستشرقین دستاویزوں کا مطالعہ کرنے اور اپنا حاصل مطالعہ شائع کرنے میں آزاد ہیں، نیز صحافی، خودساختہ مصلحین اور دلچسپی رکھنے والے دوسرے فریق پیون اور فارن باتھز کی تحقیق کو خاطر میں لائے بغیر دریافت کے اثرات پر بحث کرتے ہیں۔

''ایٹلانٹک منتھلی'' (Atlantic Monthly) کے شمارہ جنوری ۱۹۹۹ء میں ایک مقالہ ''قرآن کیا ہے؟'' کے عنوان سے تحفظِ مخطوطات کے اس پروجیکٹ کے بارے میں شائع ہوا ہے۔ اس مقالے سے پروجیکٹ کے اغراض و مقاصد واضح ہو جاتے ہیں۔ پیون مسلمانوں کے اس عقیدے کو چیلنج کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جناب پیون کہتے ہیں کہ مسلمان بائبل کے متن پر تنقید کرنے والوں سے اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ بائبل کی ایک تاریخ ہے اور یہ ''براہ راست آسمان سے نہیں آئی''، مگر مسلمان یہ ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ قرآن کی بھی ایک تاریخ ہے۔ جناب پیون کے خیال میں صنعاء میں دریافت شدہ قرآن کے متفرق نسخوں کے ٹکڑوں سے ثابت ہو جائے گا کہ قرآن مختلف متون کا ایک قسم کا ملغوبہ ہے، اور یہ متون پوری طرح حضرت محمدؐ کے زمانے میں نہ سمجھے جا سکے (ص ۴۶)۔ یونیورسٹی آف کیل گری، کینیڈا کے استاذ مذہبیات کا دعویٰ ہے کہ ان متفرق ٹکڑوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا متن ''اس قدر مستحکم نہیں، اور اس لیے متن قرآن کو وہ اتھارٹی حاصل نہیں جس کا بالعموم دعویٰ کیا جاتا ہے (ص ۴۵)۔''

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے تفسیری سرمائے پر نظر رکھنے والے مسلمان اہل علم کے لیے اس

میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں کہ قرآن مجید کے ابتدائی نسخوں میں بعض الفاظ کے تلفظ اور سورتوں کی ترتیب میں بہت ہی معمولی قسم کے اختلافات موجود تھے۔ ان اختلافات کے کئی اسباب ہیں۔ ایک سبب تو لہجوں کا اختلاف ہے جو اس دور میں عرب کے مختلف خطوں میں موجود تھا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اس قسم کے نسخے بعض صحابہ کرامؓ نے اپنے ذاتی استعمال کے لیے لکھے تھے۔ چونکہ یہ حضرات پورے قرآن کے حافظ تھے، یا اس کا بڑا حصہ انہیں زبانی یاد تھا، اس لیے یہ ابتدائی نسخے یادداشت کے لیے محض معاون تھے، اس لیے متن سے باہر نسخوں میں بعض حواشی ہیں، جیسے کچھ نسخوں میں ''دعائیں'' لکھی ہوئی ہیں، یا سورتوں کی ترتیب میں کچھ فرق ہے۔ مسلمان اہل علم کی مستند کتابوں، مثلاً علامہ جلال الدین سیوطی کی ''اتقان'' میں ان مسائل پر بہت تفصیل سے کلام کیا گیا ہے۔

جب خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ بن عفان نے حکم دیا کہ ایک ہی معیاری نسخہ قرآن استعمال کیا جائے، اور دوسرے ضائع کر دیے جائیں تو جن صحابہؓ کے پاس اپنے لکھے ہوئے نسخے (مصاحف) تھے اور ان میں معیاری نسخے سے کچھ اختلافات تھے، اُنہوں نے حضرت عثمانؓ کے فرمان پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہیں اس فرمان سے پورا پورا اتفاق تھا۔ مزید براں بعد میں خلیفہ راشد حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت امیر معاویہؓ کے حامیوں کے درمیان جو خانہ جنگی ہوئی، اس میں قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کیے جانے کی باتیں ہوئیں، اور فریقین میں سے کسی نے نہیں کہا کہ دوسرے کے پاس موجود قرآن ناقص ہے یا محرف۔ نقص قرآن کا الزام تو فریقِ مخالف کے لیے از حد تباہ کن ہوتا، بشرطیکہ واقعی یہ بات موجود ہوتی۔ قرآن مجید کے ابتدائی نسخوں کے ان اختلافات کے بارے میں پوری تفصیلات اہل علم نے اپنی کتابوں میں محفوظ کر رکھی ہیں جو علمائے تفسیر کے لیے بہت مفید ہیں۔ اس صورتِ حال کو متن قرآن کی حفاظت کے خلاف کبھی دلیل نہیں سمجھا گیا، اور اس لیے مستشرقین اس بنیاد پر حفاظت قرآن کے

خلاف کوئی مؤثر مقدمہ بنانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اب چونکہ مستشرقین کو کچھ دستاویزیں ہاتھ آ گئی ہیں، اس لیے ان کی بنیاد پر اُن کی قیاس آرائیوں کی گنجائش بڑھ گئی ہے، مزید براں وہ اپنی تحقیق کا دائرہ کار اور شرائط خود طے کر سکتے ہیں۔

متن قرآن کے مطالعے سے دو بڑے مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ مستشرقین کے نقطۂ نظر سے صنعاء سے حاصل ہونے والے کاغذات سے نیا لوازمہ سامنے آیا ہے جس پر ابتدائی اسلامی تاریخ اور متنِ قرآن کے ''ارتقاء'' کے حوالے سے قیاس آرائی کی جا سکتی ہے۔ مستقبل کے متوقع مصلحین یہ دستاویزیں یا غالباً ان دستاویزوں کے بارے میں مستشرقین کے حاصل کردہ نتائج، استعمال کرتے ہوئے عہد سلف کے اہل علم یا معاصر علماء کی رائے پر معترض ہوں گے۔ ''ایٹلانٹک منتھلی'' نے اشارہ کیا ہے کہ بعض مستشرقین اور ''مصلحین'' قرآن کی تعبیر جدید کے پروجیکٹ پر مل کر کام کریں گے۔ بائبل کے انسائیکلوپیڈیاوں کی طرز پر، جو متن بائبل کا ناقدانہ مطالعہ کرنے والوں نے مرتب کیے ہیں، ایک ''انسائیکلوپیڈیا آف دی قرآن'' شائع کیا جا رہا ہے جو قرآنی تشریح و تعبیر کے بارے میں مستشرقین کے جدید ترین اندازِ نظر کا عکاس ہوگا۔ نصر ابو زید اس انسائیکلوپیڈیا کے مشاورتی بورڈ میں شامل ہیں۔ نصر ابو زید کا دعویٰ ہے کہ قرآن صرف ادبی متن کی حیثیت سے ہی سمجھا جا سکتا ہے، اور ۱۹۹۵ء میں نصر ابو زید کو مصر میں قانونی طور پر مرتد قرار دیا جا چکا ہے۔

مغرب میں قرآن اور اسلام کا مطالعہ مسیحیت کی تبلیغ و اشاعت اور فوجی غلبے کے حوالے سے شروع ہوا تھا۔ اسلام کے جدید ''متخصصین'' نے ماضی کے اس ورثے سے اپنے آپ کو جدا کرنے کی کوشش کی ہے، اور اپنے نتائج تحقیق سیکولر، سائنسی اور غیر جانبدارانہ رنگ میں پیش کرتے ہیں، تاہم ''ایٹلانٹک منتھلی'' کے مقالے سے واضح ہوتا ہے کہ بائبل اور سیکولرزم کی جانب مستقل جھکاؤ چلا آ رہا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ متخصصین اس بات سے بالکل بے خبر ہیں کہ نقد بائبل اور ان

کے مطالعہ قرآن کے نتائج ''آسمان سے ہرگز نازل نہیں ہوئے۔'' الہامی کتابوں کے بارے میں یہ اندازہائے نظر ایک مخصوص تاریخی، سیاسی اور اقتصادی پس منظر کی پیداوار ہیں۔

بائبل کو مطالعہ قرآن کے لیے معیار بنالیا گیا ہے، گو یہ بات کہی نہیں جاتی۔ قرآن کو اس لیے ''ملغوبہ'' سمجھا جاتا ہے کہ واقعات موضوعی یا تاریخی ترتیب کے مطابق اُس طرح پیش نہیں کیے گئے جو بائبل کی خصوصیت ہے۔ بائبل اور قرآن دونوں کے مطالعے میں سیکولر جانبداری وحی خداوندی کے خلاف عداوت سے نمایاں ہے۔ ہر ایک متن جو معجزات کے بیانات پر مشتمل ہے، اسے غیر مستند قرار دے دیا جاتا ہے، نیز کوئی واقعہ جو بائبل میں بیان کیا گیا ہے، اس لیے سب سے مستند سمجھا جاتا ہے کہ وہ پہلے بیان ہوا ہے، جبکہ یہ حقیقت نظر انداز کر دی جاتی ہے کہ قرآن جو نئی [اور آخری] وحی ہے، واقعات کے بیان میں صحیح ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید کے اس ''غیر جانبدارانہ'' اور ''سائنسی'' مطالعہ کے ٹھیکہ داروں کی کوتاہیاں بڑے متکبرانہ انداز میں خود قرآن کے مقدس متن پر لاگو کی جارہی ہیں۔ پیون کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید کا پانچواں حصہ ناقابل فہم ہے، کیونکہ کہ وہ خود اسے سمجھ نہیں سکے۔ چودہ صدیوں پر محیط مسلمانوں کے علم وفضل، تعلقِ خاطر اور آرٹ کو جس نے قرآن سے نشوونما پائی ہے، چند غیر مسلموں کی آراء کے بالمقابل کم تر اہمیت کا حامل سمجھا جارہا ہے، جبکہ یہ غیر مسلم اس بات کا بھی دعویٰ نہیں کر سکتے کہ انہیں معیاری عربی زبان میں اہلِ زبان جیسی فصاحت حاصل ہے۔

قرآنی دستاویزوں کے تحفظ کو ایسے لوگوں کے سپرد کر دینا بذات خود ایک المیہ ہے، اور یہ امر امت مسلمہ کے ایمان کی کمزوری اور نااہلیت کا عکاس ہے۔ اس صورت سے وہ احادیث ذہن میں آتی ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ آخرت سے پہلے مصاحف اور لوگوں کی یادداشت سے قرآن مجید محو ہو جائے گا۔ ان مستشرقین کا کھلم کھلا سیاسی ایجنڈا نمایاں ہے: ایک دفعہ قرآن مجید کے استناد پر مسلمانوں کا اعتماد کمزور کر دیا جائے، تو اسلام کی کوئی سماجی اور سیاسی اتھارٹی نہ رہے

گی۔ مسلمان یہ جاننے کے قابل ہی نہ رہیں گے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ سے لے کر آزادی ''القدس'' تک مسائل پر احکامِ خداوندی کیا ہیں۔ امت مسلمہ کے مسائل کے ایسے آسان حل اس پر کسی خوف کے بغیر مسلط کر دیے جائیں گے جو صرف اس حقیقت پر مبنی ہوں گے کہ مغرب کو سیاسی اور اقتصادی برتری حاصل ہے۔ (بشکریہ ''کریسنٹ انٹرنیشنل''، ۱۶-۳۱ مئی ۱۹۹۹ء)